پروفیسر قدوس جاوید،

سابقہ صدر شعبہ اردو، کشمیریونیورسٹی، جموں کشمیر انڈیا۔

ڈاکٹر ریاض توحیدی کشمیری:مابعد جدید دور کا نمائندہ افسانہ نگار

Professor Quddoos Javed,
Ex Head of Department Urdu, Kashmir University, Jammu Kashmir ,India.

Dr. Riaz Tawhidi Kashmiri – A Representative Fiction Writer of the postmodern era

Dr. Riaz Tawhidi Kashmiri is a renowned fiction writer of Indian Occupied Kashmir. Not only are the stories of local themes found in his fictions but the canvas of most of his stories is so wide that world-class themes and issues have been molded into the framework of fiction with great artistic and intellectual style. Thus most of his short stories beautifully reflect postmodern themes and on a literary level Riaz Tawhidi seems to have succeeded in establishing his position as a representative fiction writer of the postmodern era. In this article we will critically study the themes of Dr Riaz Tahwhidi’s fiction writing.

اُردو میں شعر وادب کی تخلیق دنیا کی نہ جانے کتنی بستیوں میں ہو رہی ہے ‘لیکن کشمیر کے ادیبوں اور شاعروں کا امتیاز یہ ہے کہ وہ صرف ادب نہیں لکھتے بلکہ اپنے عصری تناظرات کو جینے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔معاشرہ ‘اپنی ثقافت سے وابستہ رہ کر ہی پوری ایمانداری کے ساتھ اپنی زمین میں اپنے ادب کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ چناں چہ کشمیر کے ادیب خواہ وہ کشمیری میں لکھتے ہوں یا اُردو میں یا پنجابی‘ پہاڑی‘ گوجری اور لداخی کسی بھی زبان میں‘ ان کی شناخت کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ ان کی تحریروں سے کسی نہ کسی زاویے سے اپنی زمین اور تہذیب کی گنگناہٹ لازمی طور پر سنائی دیتی ہے۔جب ہم کشمیر میں اُردو افسانہ کے مزاج کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نور شاہ، عمر مجید‘ خالد حسین اور ترنم ریاض سے لے کر مشتاق مہدی‘ شیخ عبدالرشید‘ غلام نبی شاہد‘ ایثار

کشمیری‘ڈاکٹر نیلوفر ناز نحوی قادری‘راجہ یوسف تک اور اس کے ساتھ کی نسل سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگار ریاض توحیدیؔ کے افسانوں میں بھی کشمیر کے عصری حالات و حقائق کو عمدہ فنی اور جمالیاتی دروبست کے ساتھ جینے کا عمل ملتا ہے۔ تاہم ریاض توحیدیؔ کی فکشن نگاری کا یہ پہلو بھی قابل ستائش ہے کہ ایک صاحب بصیرت (Visionary)افسانہ نگاراور ناقد ہونے کی وجہ سے ان کے افسانوں میں صرف مقامی موضوعات کی کہانیاں نہیں ملتی ہیں بلکہ ان کے بیشتر افسانوں کا کینوس اتنا پھیلا ہوا ہے کہ ان میں عالمی سطح کے موضوعات و مسائل کو بڑی فنکاری اور دانشورانہ انداز سے افسانہ کے سانچے میں ڈالا گیا ہے جس کی مثالیں ان کے پہلے مجموعے ’’کالے پیڑوں کا جنگل‘‘اور دوسرے مجموعے ’’کالے دیوؤں کا سایہ‘‘کے بیشتر افسانوں میں ملتی ہیں۔ جیسے ’’سفید ہاتھی‘‘’’سفید تابوت‘‘’’احتسابی جزیرہ‘‘’’تیسری جنگ عظیم سے قبل‘‘’’ہائی جیک‘‘وغیرہ۔یعنی ریاض توحیدی کے افسانوں میں جس طرح مقامی مسائل و موضوعات کو بڑی فنی چابکدستی سے برتا گیا ہے اسی طرح عالمی سطح کے موضوعات و مسائل پر بھی بڑی ہوشمندی سے ارتکاز کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں‘ان کے چند اور افسانے ’’جنت والی چابی‘‘’’سفید جنگ‘‘’’وفادار پیڑ‘‘’’تاج محل اور گئو شالہ‘‘وغیرہ بھی اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان کے بیشتر افسانے مابعد جدید موضوعات کی خوبصورت عکاسی کرتے ہیں اورادبی سطح پر ریاض توحیدی مابعد جدید دور کے ایک نمائندہ افسانہ نگار کی حیثیت سے اپنا مقام متعین کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ریاض توحیدیؔ ایک فعال ادیب ہیں کیونکہ عصر حال تک ان کی پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں دو افسانوی مجموعوں کے علاوہ تحقیق و تنقید کی تین کتابیں’’جہانِ اقبال‘‘’’ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بحیثیت اقبالؔ شناس‘‘اور’’معاصر اردو افسانہ۔۔۔تفہیم و تجزیہ (جلد اول‘دوم) بھی شامل ہیں۔ان میں’’معاصر اردو افسانہ تفہیم و تجزیہ (جلد اول) ایک اہم تنقیدی کتاب ہے کیونکہ اس میں زیادہ تر مابعد جدید دور کے افسانوں کا مطالعہ جدید تنقیدی تھیوریز کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔

ریاض توحیدیؔ تخلیقی صلاحیتوں سے بھی مالامال ہیں جس کا اظہار انہوں نے صنفِ افسانہ میں کمال پختگی کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے دو افسانوی مجموعے ’’کالے پیڑوں کا جنگل‘‘(۲۰۱۱ء) اور’’کالے دیوؤں کا سایہ‘‘(۲۰۱۴) میں شائع ہوئے ہیں‘جن کی پذیرائی اُردو حلقے میں بڑے پیمانے پر ہوئی ہے۔ معروف نقاد پروفیسر حامدی کاشمیری ’’کالے دیوؤں کا سایہ‘‘کے پیش لفظ میں ریاض توحیدیؔ کی افسانہ نگاری کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’"گرد و پیش کے ماحول میں لوگوں کو جس ظلم و تشدد سے گذرنا پڑا ہے اس کی تصویریں ریاض توحیدی اپنے افسانوں میں پورے خلوص دردمندی اور دُکھ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ان پر نری حقیقت نگاری کا اسلوب حاوی نہیں‘وہ جانتے ہیں کہ فن کے رموز کیا ہیں اور وہ ان کو اچھی طرح لفظوں میں منتقل کرتے ہیں۔ریاض توحیدی کو زبان وبیان پر پورا عبور حاصل ہے۔وہ افسانے کے واقعات کو بہت حد تک فرضیت میں مبدل کرتے ہیں اور یہی ان کی افسانہ نگاری کی پہچان ہے۔‘(۱)

خود ریاض توحیدی نے افسانہ میں حق گوئی پر مبنی سماجی وابستگی کو لازمی قرار دیا ہے۔اپنے مجموعے ’کالے دیوئوں کا سایہ‘‘میں ’چند باتیں‘ کے عنوان سے صنف افسانہ اور اپنی افسانہ نگاری کے فکری اور تخلیقی رویوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"جب ظالم کا تیشہ مظلوم کے ننگے بدن پر وار کرتا ہے تو وار سہتے سہتے مظلوم کے دل سے جو پرشور آواز نکلتی ہے وہ آواز ہمارے افسانوں میں بھی سنائی دینی چاہئے۔افسانے میں اشاروں،کنایوں میں بات کرنا تو ٹھیک ہے لیکن سچائی کو بیان کرتے ہوئے مصلحت پسندی سے کام لینا میری فطرت کے خلاف ہے کیونکہ میں لنگور کو انگور بنا کر پیش نہیں کر سکتا۔"(۲)‘‘

’’کالے پیڑوں کا جنگل‘‘اور’’کالے دیوئوں کا سایہ‘‘کے افسانوں کی درجہ ذیل فہرست سے ہی پتہ چلتا ہے کہ ان کے نام تک تخلیقی رچاؤ کے حامل ہیں۔ماں‘’گلوبل جھوٹ‘’سنگ باز‘’احتسابی جزیرہ‘’گمشدہ سرمایہ‘’سفید ہاتھی‘’ناکہ بندی‘’جشنِ قبرستان‘’ببول کے کانٹے‘’ٹوٹتی جوانیاں‘’نشیب و فراز‘’قتل۔۔قاتل اور مقتول‘ ’مقبول‘’ڈپریشن‘’تیسری جنگ عظیم سے قبل‘’ہوم لینڈ‘’کشمیر نواز‘’کبھی الوداع نا کہنا‘’اپنا سورج‘’مسائل کے یزید‘’کالے پیڑوں کا جنگل‘’چھوڑ دو‘’ہائی جیک‘’ہاٹ اٹیک‘’زندگی کا بازار‘’کالے دیوؤں کا سایہ‘’خوف‘’گمشدہ قبرستان‘’زہریلے ناخدا‘’سفید تابوت‘ ’بہشت کی پکار‘’ناقوس واذان ‘’جنازے‘ ’مشن القدس‘’مینٹل ہاسپٹل‘’دوشالہ‘’وطن کی عصمت‘ ’رحمت کے پھول‘’گلہ قصائی وغیرہ،ان افسانوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے موضوعات‘کشمیر کی خوں آشام صورتحال سے لیکر عالمی سطح کے خونچکاں واقعات پر مشتمل ہیں اور سبھی افسانوں کا مرکز توجہ ظالم وجابر قوتوں کے کالے کارنامے ہیں۔اور مجموعوں کے ناموں میں کالے لفظوں کی معنویت یوں بھی اجاگر ہوتی ہے کہ تقریباً سبھی افسانوں میں کسی نہ کسی صورت کوئی نہ کوئی سیاہ صفت کردار موجود ہے‘جس سے افسانہ نگار کی فنی اور لسانی اختراع سازی کی خوبی بھی سامنے آتی ہے‘جیسے ’گلوبل

جھوٹ ‘سفید ہاتھی‘تیسری جنگ عظیم سے قبل‘ناکہ بندی‘جشن قبرستان‘کالے دیوؤں کا سایہ‘کالاچوہاوغیرہ افسانوں میں مقامی سطح سے لیکر عالمی سطح تک کی طاقتوں کاغاصبانہ کردار اور کالے کرتوت کی افسانوی منظر کشی۔ کوئی بھی باشعور تخلیق کار مقامی ماحول سے بے خبر ہو کر نہیں رہ سکتااور اس کی تخلیق پر مقامی ماحول کے اثرات کسی نہ کسی صورت میں ضرور نظر آتے ہیں۔توحیدیؔ کے افسانوں میں بھی گلشن کشمیر میں رونما ہونے والے خونچکاں واقعات اور عبرتناک مظالم ومسائل کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے کہ یہ افسانے،گذشتہ دوڈھائی دہا ئیوں میں کشمیر اور کشمیریوں پر گزرنے والے عذاب کے زندہ اور متحرک مرقعے ثابت ہو رہے ہیں۔ان میں ’ سنگ باز(مصلوب دھڑکنیں)‘ناکہ بندی‘ ’جشن قبرستان‘ہوم لینڈ‘’کشمیر نواز‘’کالے پیڑوں کا جنگل‘’چھوڑ دو‘’کالے دیوؤں کا سایہ‘’گمشدہ قبرستان‘’بہشت کی پکار‘’ناقوس واذان‘’گلہ قصائی‘جیسے افسانے شامل ہیں۔افسانہ ’’چھوڑ دو‘‘میں کشمیر کے ان ہزاروں معصوم لوگوں کی بد نصیبی کی کہانی ستر سالہ ضعیف ’جبار چاچا ‘کے حوالے سے بیان کی گئی ہے جس کا اکلوتانوجوان بیٹانذیر خان اور اور اکلوتی نوجوان بیٹی شریفہ دونوں اپنے اپنے خوابوں کے ساتھ موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔جبار چاچاان ہزاروں لوگوں کی طرح تنہائی کی زندگی جینے پر مجبور ہو جاتا ہے‘جن کے بچے کو بے رحم ہاتھوں نے ابدی نیند سلادیا۔۔

اسی طرح’’گلہ قصائی‘‘میں افسانہ نگارنے بدی اور خود غرضی(ڈاکٹر)اور انسانیت کے غلبہ کوایک اَن پڑھ قصا ئی گلہ کے حوالے سے کہانی کاموضوع بنایاہے اور افسانہ کے بین السطور سے یہ حقیقت جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے کہ وادی کے علیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے ذمہ دار افراد خصوصاًڈاکٹر وغیرہ اب اپنے فرائض منصبی کے تئیں نہ تو مخلص رہے نہ ذمہ دار‘جو کشمیر کی روایتی اخلاق اور انسانی روایات کے یکسر خلاف ہے۔لیکن کشمیر کا وہ طبقہ جنھیں ان پڑھ اور پست ذہن ماناجاتاہے ان کے دلوں میں کشمیر کی قابلِ فخر انسان دوستی کے چراغ ابھی بھی روشن ہیں۔ اسی لئے گلہ قصائی ڈاکٹر کی خود غرضی کے سبب اپنی بیٹی کی موت کا انتقام ڈاکٹر کی بیٹی کو گوشت میں زہر ملا کر لینا چاہتاہے،لیکن پھر اس پر اس کی نفسیات میں موجود انسانیت،اس کے انتقام کے وقتی جذبے پر حاوی ہو جاتی ہے اور وہ زہر ملا گوشت واپس لے کر ضائع کر دیتاہے۔

دراصل کشمیر سے باہر کی دنیا کو آج بھی پوری طرح معلوم نہیں کہ اس چمن میں صیادوں نے گل وبلبل کے شکار کے لئے ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے اور ایسی ایسی سازشیں رچی ہیں کہ کشمیر کے ایک طبقے کی سوچ اور فکر

کی قوت جیسے سلب ہو کر رہ گئی ہے۔اس اندوہناک صورت حال کی منظر کشی ’’گمشدہ قبرستان‘‘اور ’’خوف ‘‘وغیرہ افسانوں میں دکھائی دیتی ہے۔

ریاض توحیدی کے کلیدی افسانے ’’کالے دیوئوں کا سایہ‘‘ میں امن و شانتی قائم کرنے کے ذمہ دار افراد اور اداروں کی جانب سے عام لوگوں کے ساتھ ہونے والے وحشیانہ سلوک کو بڑی سچائی سے علامتی اسلوب میں پیش کیاگیاہے اس افسانہ کے درج ذیل اقتباس پر غور کریں:

’’پھاٹک کے سامنے مارے گئے کتوں کی بدبو سے جب کالے دیو تنگ آگئے تو انہوں نے بستی کے لوگوں کو حکم جا بری سنایا کہ وہ ان خون آلودہ کتوں کو اپنے اپنے کاندھوں پر اُٹھاکر دور کسی نالے میں پھینک دیں۔بے بس لوگ حکم جابری کی تعمیل کرتے ہوئے کتوں کو کاندھوں پر اُٹھائے جارہے تھے کہ اچانک انہیں مردوہ کتوں کے ڈھیر میں ایک خوبصورت نوجوان کی لاش پر نظر پڑی۔وہ خوف زدہ ہو کر ڈھیر سے پیچھے ہٹنے لگے۔انہیں پیچھے ہٹتے ہی کالے دیو آگ بگولہ ہو کر چلانے لگے:

’’سالے...!پیچھے کیوں ہٹے...؟ان کتوں کو جلدی جلدی یہاں سے ہٹائو،ہوا میں بدبو پھیل رہی ہے۔ ‘‘ان...ان میں ایک انسانی لاش بھی ہے۔‘‘ ایک نوجوان لرزتی آواز میں بول پڑا’’اُس کو بھی یہاں سے دفع کرو اور ان کتوں کے ساتھ کسی نالے میں ڈال دو‘‘کالی غار سے ایک طنز آمیز آواز آئی۔‘‘لیکن‘‘...مت کرو،نہیں تو تو بھی کُتے کی موت مرے گا،سالا‘‘ایک اور خوفناک آواز نوجوان کے نوں سے ٹکرائی ریاض توحیدی کے کئی افسانوں میں عالمی مسائل کی حیران کُن منظر کشی جلوہ گر ہے۔ ۱۱/۹ کے بعد عالمی منظرنامے پر رونما ہو رہے واقعات وحادثات کی تصویر کشی کرتے ہوئے موصوف ’’سفید تابوت‘‘،’’مشنِ القدس‘‘،’’تیسری جنگ عظیم سے قبل‘‘ اور’’ہائی جیک‘‘ جیسے افسانوں میں گہرے شعور اور وسیع مشاہدے کے بل پر تہذیبی تصادم کے سازشی محرکات کو علامتی اسلوب کے توسط سے ایکسپوز کرتے نظر آرہے ہیں۔افسانہ’’ہائی جیک‘‘میں ایک عام انسان کے نفسیاتی تنائو کو سوچ کی ہائی جیک قرار دیتے ہوئے افسانہ نگار جمہوریت کی آڑ میں حیوانیت برپا کرنے والے چہروں کے پردے دلچسپ فن کاری سے چاک کرتے ہوئے ایک عام انسان کے جذبات کی فکرانگیز ترجمانی کا حق بھی ادا کرتے ہیں (۳)

’’ دن بھر کی مصروفیات سے تھک ہار کر وہ رات کی تنہائی میں سچ اور جھوٹ کی جنگ کا نظارہ کرنا چاہتا ہے۔نیوز چینل کا نمبر ریموٹ پر دباتے ہی اسکرین پر فلیش نیوز آتی ہے

"ڈرون کے حملے میں اسکول تباہ'،درجنوں معصوم بچے موت کی آغوش میں۔"

" یہ دہشت گردی ہے'حیوانیت کے شکار معصوم بچوں کے والدین کا احتجاج۔"

'نہیں۔۔۔یہ اقدام دنیامیں امن بحال کرنے کے لئے ضروری ہے۔"سفیر امن کا بیان

"ایک خوفناک دھماکے میں نیٹو کے درجن بھر فوجی ہلاک (۴)

" یہ دہشت گردی ہے۔"سفیر امن کا بیان"جمہوریت کے دشمنوں سے ضرور بدلہ لیا جایئگا،،

تو اس افسانے میں عالمی طاقتوں کے انسان کش اقدامات اور جمہوریت کی آڑ میں دہشت گردی کرنے اور ان کے دہرے معیار کی انسانیت سوز پالیسیوں کو علامتی اسلوب میں ایکسپوز کیا گیا ہے۔

ریاض توحیدی کے افسانوں کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ ان میں روایتی موضوعات کے برعکس مابعد جدید دور کے سیاسی 'سماجی 'معاشی اور گھریلوں مسائل و موضوعات کی فکرانگیز عکاسی کی گئی ہے' یعنی یہ عصری ڈسکورسز(Contemporary Discourses)لگ رہے ہیں۔ان کے اسلوب میں بھی ایسی تازگی ہوتی ہے جو کسی بھی قاری کو متاثر کرنے کی کشش رکھتی ہے۔افسانہ "سفید کبوتر"کا یہ اقتباس دیکھیں' جو ہمارے گردوپیش کے گھٹن زدہ ماحول کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے بلکہ اشاروں کنایوں میں افسانہ بہت کچھ سامنے لارہا ہے ۔میں سمجھتا ہوں کہ ماب لینچنگ پر جتنے اہم افسانے لکھے گئے ہیں'سفید کبوتر"بھی ان میں اپنی اہمیت برقرار رکھنے میں کامیاب نظر آتا ہے۔

"دہشت ناک آواز سے سبھی لوگ نیند سے جاگ اُٹھے اور خوف زدہ ہوکر محسن خان کے کمرے میں جاکر سہم گئے۔ دہشت بھری آواز سے ان کے اوسان خطا ہورہے تھے۔ محسن خان کا نوجوان بیٹااحسان خان دروازہ کھولنے

کے لئے اُٹھ کھڑا ہوالیکن باپ اور دوسرے گھروالوں نے اسے روک لیا۔ سبھی لوگ سہم کر یہ سوچنے سے قاصر نظر آرہے تھے کہ یہ سب کیا ہورہا ہے۔۔۔؟خوف کی ہوائیں ابھی صحن میں ہی سائیں سائیں کررہی تھیں کہ اچانک دہشت کے ناگھر کے اندر بھی گھس کر رینگنے لگے۔ڈر کے مارے عورتوں اور بچوں کی چیخ وپکار شروع ہوگئی۔خوف کا پھنداحسان خان کی گردن پر پڑتے ہی وحشت ناک آواز کمرے میں گونج اٹھی:

"اپنے تہوار پر حقوق حیوان کا خون کرکے ہمارے آدرشوں کا بھی خون کرتے ہو یہ سن کر احسان خان کا بزرگ باپ روتے بلکتے دہشت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے بول پڑا"ہم پر رحم کھاؤ'ہم نے تہوار میں کسی

کے آدرشوں کا خون نہیں کیا ہے۔" آدرش کا زہریلا ترشول برق رفتاری سے بزرگ محسن خان کے میں گُھس گیا اور پھول کو چمن سے جدا کر دیا۔ احسان خان یہ وحشت ناک منظر دیکھ کر جونہی دہشت کے نرغے کو پھاند کر باپ کی پیٹ سے ترشول نکالنے لگا تو حقوق حیوان کی علمبردار تلوار نے انسانی ہاتھ کو بڑی بے رحمی سے کاٹ ڈالا اور ایک معصوم بیٹا بے ہوش" ہو کر مظلوم والد کی لاش پر گر پڑا۔ دہشت کی آواز مخصوص اتہاس کے نعرے لگاتے ہوئی اندھیرے میں گُم ہو گئی۔(۵)

اسلوب کی بات کریں تو اسلوب کی دلکشی کسی بھی تخلیق کار کی شناخت بن جاتی ہے۔ ریاض توحیدی کا اسلوب بھی امتیاز کا حامل ہے۔ خصوصا ان کا علامتی اسلوب اب اتنا جانا پہچانا لگتا ہے کہ چند علامتیں تو ان کی افسانوی پہچان بن گئیں ہیں: جیسے 'کالے دیو' سفید کبوتر' سفید نور' کوا اور کبوتر' کالے بھوت' کالے پیڑ' کالا چوہا' سفید ہاتھی' تاج محل اور گئو شالہ وغیرہ۔ تاہم ان کے علامتی افسانے پہیلی نما' گنجلک یا تجریدی ابہام کے حامل نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ علامت کو بڑی فن کاری سے متن یا کہانی کا حصہ بناتے ہیں اور قاری' دوران قرأت تفہیم و ترسیل سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں تخئیل آمیز تخلیقی برتاؤ ہوتا ہے اور ان کی اختراع کردہ علامتیں لسانی طور بھی اردو زبان کے اضافہ کا باعث بن رہی ہیں۔

حال ہی میں ان کا ایک اہم علامتی افسانہ "تاج محل اور گئو شالہ" نظر سے گزرا جو کہ غالباً تازہ تخلیق ہے' اس میں ہندوستان کی موجودہ صورتحال اور خصوصاً کشمیر کے حالات کو ماہرانہ فن کاری سے متن کا حصہ بنایا گیا ہے اور افسانہ پوری صورتحال کی فکر انگیز ترجمانی کرتا ہے۔

ریاض توحیدی اُردو افسانہ کی روایت' شعریات اور موضوعاتی اور اسلوبیاتی رویوں کی گہری آگاہی رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھی اپنی سوچ اور فکر اور تخلیقیت کے سرمایہ کو نہ صرف محفوظ رکھنا ہے بلکہ اسے اور زیادہ مضبوط و مستحکم بھی کرنا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو صرف کشمیر ہی نہیں اُردو کی عام بستیوں میں بھی بحیثیت افسانہ نگار ریاض توحیدی اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

حوالہ جات

1۔حامدی کاشمیری، پروفیسر: پیش لفظ مشمولہ ’کالے دیوؤں کا سایہ‘‘،ریاض کشمیری،ڈاکٹر،ہندوارہ،کشمیر، انڈیا،جون 2015ء، ص2۔
2۔ریاض کشمیری،ڈاکٹر: ’کالے دیوؤں کا سایہ‘‘،ص1۔
3۔ایضاً،ص22۔
4۔ریاض کشمیری،ڈاکٹر: کالے پیڑوں کا جنگل،ہندوارہ،کشمیر،انڈیا،2011ء،ص38۔
5۔ریاض کشمیری،ڈاکٹر: سفید کبوتر مشمولہ ’کالے دیوؤں کا سایہ‘،ص41۔